تعارف وتبصرہ

اوراقِ سیرت — مولانا سید جلال الدین عمری

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵، صفحات، ۳۸۴ مجلد مع گرد پوش۔ قیمت: ۲۵۰/ر۔

'اوراقِ سیرت' حیاتِ نبوی ﷺ سے متعلق مولانا سید جلال الدین عمری کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ نصف صدی (۱۹۶۳ء۔ ۲۰۱۴ء) کے عرصے پر پھیلے ہوئے ہیں اور جستہ جستہ رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ عموماً اوراق کا استعارہ 'بکھراہٹ' اور پراگندگی کے اظہار کے لیے ہوتا ہے، معاً ذہن 'اوراقِ مضور' اور 'اوراقِ پریشاں' کی طرف جاتا ہے، مگر عناوین کی ترتیب اور فکری وحدت نے اس مجموعہ کو خوش انجام گل دستہ بنا دیا ہے۔ یہ تحریریں سہل الفہم، معلومات افزا اور قاری دوست (Reader freindly) ہیں۔ اس لحاظ سے بیش تر مروجہ کتبِ سیرت سے مختلف اور ممتاز ہیں۔ مصنف کا حبِّ رسول اور سیرتِ نبی ﷺ کی آفاقی معنویت کا احساس ہر مضمون سے جھلکتا ہے۔ مبالغہ آرائی سے احتراز، متانتِ بیان وسلاستِ اظہار اور ملّی افادہ رسانی کی للک اس گل دستے کی پہچان ہیں۔

مولانا سید جلال الدین عمری نے افتتاحی صفحات میں تصنیف کے اہم مآخذ اور سیرت النبی کے اربابِ خمسہ (عمرالواقدی، ابن سعدالبصری، ابن اسحٰق، ابن ہشام اور طبری) کا اجمالی تعارف دیا ہے۔ اصل اور کلیدی مآخذ بہرحال قرآن اور حدیث ہیں اور ان سے مناسب استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے مصنف کے طریقۂ اخذ ورد اور شاذ روایات سے احتیاط کا بھی پتہ چلتا ہے۔ حوالوں کی صراحت اور حواشی کی فراوانی نے ان اوراق کی اہمیت ووقعت میں اضافہ کیا ہے۔ مضامین میں عالم وعامی، دونوں طرح کے پڑھنے والوں کے لیے حسبِ ذوق تسکین اور تنویر کا سامان موجود ہے۔ کتاب باب شماری سے عاری ہے، جو جدید قاری کے لیے نامانوس ہے۔ البتّہ کلیدی عنوانات کو جلی حروف میں ظاہر کردیا گیا ہے۔ ذیلی عنوانات بالتفصیل مذکور ہیں۔ اہم عنوات یوں ہیں: آب وتابِ

سیرت، آخری رسول آخری رہ نما، سیرت۔ دلیلِ رسالت، نبوت سے سرفرازی، مکّی دورِ ابتلاء، اسلام کی پیش قدمی، ہجرتِ حبشہ، مدنی دور، دعوتی مکاتیب، علمی احسانات، اصحابِ صفّہ۔ مضامین کی تفصیل میں بسا اوقات تکرار (Repetition) در آئی ہے، جو مختلف مضامین کے درمیان فصلِ زمانی کے باعث ہے۔ ان میں وقتِ اشاعت حیاتِ رسول ﷺ کے بعض گوشوں کی یاد دہانی اور ہدایت آفرینی پر خصوصی توجہ کی گئی ہے۔

اس کتاب میں، جیسا کہ ذکر کیا گیا، مضامین کی نوعیت اور ان کی اطلاقیت معروف کتبِ سیرت سے مختلف ہے۔ سوانحی واقعات نگاری کے بجائے عہدِ حاضر میں ان کی معنویت مدِّ نظر رہی ہے، مثلاً 'سیرتِ دلیلِ رسالت' نامی مضمون میں آں حضرت ﷺ کے شمائل، خصائل اور فضائل سے قطعِ نظر آپ کا اپنے منصب پر یقین، اللہ سے تعلق، نوعِ انسانی کی خیر خواہی، دنیا سے رغبتی اور اجتناب اور انقلابی تبدیلیوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اسی طرح اصحابِ صفّہ (صفحات ۳۶۲ تا ۳۷۸) اور دارِ ارقم (صفحات ۱۱۴ تا ۱۱۷) کا ذکر خصوصی اہمیت کا حامل ہے، جب کہ عام سیرت نگار ان سے صرفِ نظر کر جاتے ہیں۔ ان سے متعلق مضامین ۱۹۸۷ء اور ۱۹۹۶ء کے دوران میں لکھے گئے ہیں۔ اس زمانے میں ہندوستان میں ملّی تعلیمی بیداری کی تحریک زور پر تھی۔ دینی مدرسوں اور جدید درس گاہوں میں تعاون کے امکانات اور نصابی مشمولات زیرِ غور تھے۔ اسی طرح ہجرتِ حبشہ پر مضمون اکتوبر ۲۰۰۰ء میں رقم کیا گیا۔ یہ عنوان ہر کتابِ سیرت میں نجاشی اور حضرت جعفر کی گفتگو اور خطاب کی تفصیل کے ساتھ ملتا ہے، مگر مولانا عمری نے اس میں مہاجرین کے رہن سہن اور ملکی آبادی کے تعلقات کا اضافہ کیا ہے (ص ۱۲۲۔ ۱۲۳)۔ اُس وقت ہماری دنیا میں بین الاقوامی ہجرتوں، مہاجرین اور پناہ گزینوں کا ذکر گرمایا ہوا تھا۔ دعوتی وفود اور رسول اللہ ﷺ کے دعوتی مکاتیب بالخصوص ہرقل شاہِ روم کے نام مکتوب پر دونوں باب آج کی تکثیری اور سیاست زدہ سوسائٹی میں مسلمانوں کی بقا، حیثیت اور صلح کوشی کے مضمرات اور تقاضوں پر ملت کے خیر خواہوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ مولانا عمری بعض بظاہر معمولی اور مجہول واقعات کو زیرِ توجہ لاتے ہیں، مگر نفسیاتی طور پر یہ اہم اور کاشفِ حقیقت ہوتے

ہیں۔ان کے قلم سے بیان سیرت کسی دور افتادہ جامد حقیقت کی روداد نہیں، بلکہ متحرک، جیتی جاگتی حقیقت (Living Reality) محسوس ہونے لگتی ہے،عقیدت چمکتی اور دعوتِ عمل دیتی ہے۔اس کی تین مثالیں پیش ہیں:غیر مسلم سرداران قبائل والے باب میں آں حضرت ﷺ کو ابولہب اور مطعم بن عدی کی حمایت کا اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کو بعض غیر مسلم افراد کی جانب سے پناہ دینے کا ذکر ہے(ص ۲۳۲۔ ۲۴۸)۔عام کتبِ سیرت میں ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے،لیکن ان واقعات سے نہ صرف عرب سماج میں قبیلہ جاتی حمیت کا اندازہ ہوتا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ اور اولین مسلموں کی کس مپرسی کے اشارے اور گہرے ہوجاتے ہیں۔مولانا عمری کی نظر بظاہر معمولی باتوں پر بھی رہتی ہے۔ وہ ان کی باریکیوں کی پہچان رکھتے ہیں۔اسی طرح حضرت عمرؓ کے ایک چھوٹے سے حوالے کا معاملہ ہے: ہجرتِ حبشہ سے وہ ایک عزیزہ کو روکنا چاہتے تھے۔انہوں نے منع کردیا،اس پر اس خاتون نے آپ میں جدائی کی رقّت دیکھی (ص ۱۸۱)۔عام طور پر حضرت عمرؓ کو ایک سخت گیر،مرعوب کن، سخت دل اور متشدد مزاج کے رُوپ میں دیکھا جاتا ہے،لیکن ان کی نرم ناکی کا یہ بشری پہلو ان کے احترام کے ساتھ ان سے ہماری انسیت بڑھاتا ہے۔اس سے مولانا عمری کی نفسیات شناسی اور انسانی شخصیت کے پرت در پرت ہونے کے احساس کا پتہ چلتا ہے۔اسی طرح کا نکتہ رسول اکرم ﷺ کی تبلیغی ہدایات کے بیان میں ملتا ہے(ص ۲۶۹۔ ۲۷۳)۔مصنف نے ان کی ترجمانی یوں کی ہے: ''ان دونوں (حضرت معاذؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ) کو آپ نے نصیحت فرمائی کہ لوگوں کو سہولت اور آسانی فراہم کریں،مشکلات میں نہ ڈالیں۔تعلیم وتبلیغ میں خوش خبری کا پہلو غالب رہے۔اس طرح ڈرایا اور خوف دلایا نہ جائے کہ دین ہی سے نفرت پیدا ہوجائے۔اتفاق و اتحاد کے ساتھ کام کریں اور اختلاف اور انتشار سے بچے رہیں'' (ص ۲۷۴)۔اس اقتباس میں نبی رحمت ﷺ کی انسانی جبلّت شناسی عیاں ہے اور مولانا عمری کی ترجمانی نکتہ رس ہے۔اس میں ہمارے پُرجوش اور مخلص واعظین ومبلغین،مسلکوں کے ترجمان اور خود ہمارے لیے نرم کلامی اوراحترامِ فطرتِ انسانی کا پیام ہے۔

اس مجموعۂ مضامین کا پہلا باب ’آب وتابِ سیرت‘ کسی دوسرے عنوان سے کتابچے کی شکل میں ۲۰۰۴ء میں شائع ہو چکا ہے اور اس کے بعض اجزاء ۱۹۶۳ء اور بعد کے عرصے میں رسالہ زندگی کے بعض شماروں میں چھپ چکے تھے۔ان کو بعد از وقتِ طویل ایک کڑی میں پرونا شعور تدوین وتصنیف کی آزمائش تھی۔مولانا کی وحدتِ فکر نے اسے آسان کر دیا۔مکّی دور سے متعلق مضامین ۱۵۶ صفحات (۹۰ تا ۲۴۷) پر مشتمل ہیں اور مدنی دور ۸۳ صفحات (۲۴۱ تا ۳۲۳) پر مشتمل ہے۔(بعض متوازن المزاج مستشر قین مثلاً منگمری واٹ نے بوجوہ اس دور پر زیادہ توجہ دی ہے)۔یہ تفاوتِ صفحات اس لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے پچاس سے کچھ زائد سال وہاں گزرے،مگر اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مصنف کے الفاظ میں وہ دورِ ابتلاء‘ تھا جس کی تشریح میں یہ فقرہ ’وہ اس طرح آزمائے گیے‘ ہمارے واسطے بڑا معنی خیز اور چشم کُشا ہے۔ ہند کے مسلمان کتاب کے مخاطبِ اول ہیں۔کئی لحاظ سے ان کی نکبت و بے اقتداری مکّی دور کے مسلمانوں کے مماثل ہے، جس سے ہمیں ایمان پر استقامت، رجائیت اور ہوش مندی کا پیام ملتا ہے۔

کتاب کے آخری چار مضامین (صفحات ۳۲۵ تا ۳۷۸) خاص طور سے سبق آموز اور طالبِ توجہ ہیں۔ ان میں رسول اکرم ﷺ کے پیام وعمل سے پھوٹتی علم دوستی اور رفعتِ فکر ہمارے واسطے سرمۂ چشم اور راہِ فلاح ہیں۔ ان مضامین کے عنوانات اور بیان میں خصوصی توجہ علومِ دین اور ان کے فروغ پر ہے، جو ایک عالمِ دین کے منصب کا حق اور فرض بھی ہے۔مولانا نے فروغِ علم پر بحث میں دنیاوی علوم کی اہمیت اور افادیت کو بھی شامل کیا ہے اور انہیں علومِ دین اور خود انسانیت کی معاونت اور خدمت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔۔امام غزالیؒ کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں: ’’اسلام کے نزدیک خدمتِ خلق کی حیثیت عبادت کی ہے، لہٰذا ان علوم کا حاصل کرنا اور انہیں فروغ دینا کارِ ثواب ہے۔معاشرہ کو ان میں سے جس علم کی جتنی ضرورت ہو اس کی اہمیت اتنی ہی بڑھ جاتی ہے اور اس کا حصول ضروری ہو جاتا ہے‘‘ (ص ۳۴۴۔ ۳۴۵)۔اسی طرح سے

اصحابِ صفّہ کے بیان میں مولانا نے ضمناً معاشی نظام پر سرسری نظر ڈالی ہے، جس سے تعلیم گاہوں اور اقامتی اداروں کے قیام ونظم کی ضرورت محسوس کی جا سکتی ہے۔

ان خوبیوں کے ساتھ کتاب میں تین اہم عناوین کی کمی کھٹکتی ہے: مغازی، ازواجِ مطّہرات اور خطبۂ حجّۃ الوداع۔ یہ عناوین، ان کے مضمرات اور مسائل اس دور میں متنوّع منفی اور مثبت بحث اور غلط فہمیوں کا مرکز ہیں۔ ازواجِ نبی ﷺ کا مضمون اب مساوات اور حقوقِ نسواں کے پیرایے میں نمایاں ہو رہا ہے۔ اغلب ہے کہ مصنف کی کتاب 'مسلمان عورت کے حقوق اور اور ان پر اعتراضات کا جائزہ' میں اس پر بالواسطہ بحث کی گئی ہو، لیکن اس کا کوئی حوالہ زیرِ تبصرہ کتاب میں نہیں ملتا۔ غزوات صدیوں سے شاتمینِ رسول اور مخالفینِ اسلام کے مرغوب نشانے رہے ہیں۔ شرم ناک ناانصافیوں اور سیاسی مفاسد کی پیدا کردہ دہشت گردی اور مفروضۂ جہاد کے سرے بھی مسلمانوں اور بالواسطہ غزوات سے جوڑے جا رہے ہیں۔ ان کے حوالے سے پیامِ قرآنی اور فکرِ نبوی کا ذکر وقت کا تقاضا اور مدّعائے کتاب کا جز ہے۔ خطبۂ حجّۃ الوداع کو تو حقوقِ انسانی کا اولین اعلان کہا جاتا ہے۔

'اوراقِ سیرت' کے مصنف کا مسءا سیرت محمدی ﷺ کے اہم عناصر، عوامل اور نقوش و اثرات کی عکاسی اور ذاتِ اقدس ﷺ کی برکت و عمل سے مترشح و مستنبط علم نوازی کا ذکر ہے۔ کم ہی سیرت نگاروں نے ان نکات پر مناسب التفات کیا ہے۔ مولانا عمری نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ سعی کام یاب اور قابلِ مبارک باد ہے۔ آج، جبکہ اسلام اور اس کے شارع محترم کو پس ماندگی، عدمِ رواداری او بربریت کی تہمتوں سے آلودہ کیا جا رہا ہے، ایسی تصنیفات کی ضرورت ہے۔ مولانا عمری نے اس طرف اہم اور ثمر آور پیش قدمی کی ہے۔ ان کا سلیس، عام فہم اسلوبِ تحریر اور مستند مصادر سے استفادہ تصنیف و تالیف کے نمایاں اور گراں قدر اوصاف ہیں۔ ان کا عالمانہ انکسار اس پر مستزاد ہے۔ علم اور شخصیت کا یہ امتزاج مستحقِ احترام و تحسین ہے۔

(پروفیسر مسعود الحسن)

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کے منصوبہ کے تحت تیار کردہ

دو اہم مطبوعات

۱۔اسلامی معاشرہ کی خصوصیات مولانا کمال اختر قاسمی

اس کتاب میں تین ابواب ہیں: پہلا باب مغربی معاشرہ اوراس کے اثرات ونتائج پر مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں ہندوستانی سماج کو قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پیسار باب اسلامی معاشرہ پر ہے۔اس میں اسلامہ معاشرہ کی تشکیلی بنیادوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اوراس کی خصوصیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

صفحات: ۲۰۸ **قیمت:** ۱۵۵

۲۔توحید اور قیامِ عدل مولانا محمد جرجیس کریمی

توحید کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے،جس پر ایمان لانے سے انسانی زندگی میں نظم،توازن اور اعتدال پیدا ہوتا ہے اوراس پر ایمان نہ لانے سے وہ بدنظمی، بے اعتدالی اور فساد کا شکار ہوجاتی ہے۔

پیش نظر کتاب چار مباحث پر مشتمل ہے،جن میں عقیدۂ توحید کی وضاحت کی گئی ہے،انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اعتدال وتوازن کے اثرات بیان کیے گئے ہیں، نیز عقیدہ توحید سے محرومی اور شرک والحاد میں آلودگی کے نقصانات اور افکار وخیالات پر پڑنے والے اثرات کا عالمانہ جائزہ شامل ہے۔

صفحات: ۹۲ **قیمت:** ۵۰